مبشادات

الناشر

حکیم عبدالواحد زبدۃ الحکماء دہلی دواخانہ۔ گڑھی دوڈ مانسہرہ

غیر مبائعین کی تبدیلیٔ عقیدہ کا ایک اور ریختہ ثبوت

مباحثہ داتہ

از جناب میر مدثر شاہ صاحب داتوی

ذیل میں مباحثہ داتہ مندرجہ اخبار الحکم ۳۱ اگست تا ۱۰ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لفظ بلفظ شائع کیا جا رہا ہے۔ غیر مبائع بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ غور کریں کہ آیا آج ان کے عقائد اور ان کا مسلک وہی ہے جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں رکھتے تھے؟ جناب میر مدثر شاہ صاحب خود بھی ۱۹۱۴ء میں مرکز سلسلہ سے علیحدہ ہو کر غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے اور ان کے مبلغ تھے۔ اس لئے ان کا یہ مباحثہ غیر مبائعین کے لئے خاص رہنمائی کا موجب ہو گا اسی لئے ہم اسے شائع کر رہے ہیں۔

خاکسار حکیم عبد الواحد، زبدۃ الحکماء

دہلی دواخانہ

گڑھی روڈ، مانسہرہ

شائع کردہ جماعت احمدیہ مانسہرہ (ہزارہ)

مباحثہ

ضلع ہزارہ مقام داتہ میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب وہابی اور سید مدثر شاہ صاحب پشاوری کا مباحثہ ہوا۔ مولوی عبد الرحمٰن نے اثبات حیات مسیح سے عاجز آ کر وفات مسیح کو تسلیم کر لیا اور رحم خان صاحب کے کہنے سے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھ دیا:۔

محمد یمین

باعث تحریر آنکہ

میرا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اب اگر سید مدثر شاہ صاحب مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا آیت قرآن شریف سے ثابت کر دیا تو میں مرزا صاحب کا دعویٰ مان لوں گا۔ بقلم عبد الرحمٰن سکنہ داتہ

گواہ شد — سید احمد

گواہ شد — سید حبیب اللہ شاہ

جواب

از جانب سید مدثر شاہ صاحب اپیل نویس پشاور حال وارد داتہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلسلہ خلافت و امامت کا برابر جاری رہنا آیت ذیل سے ثابت ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورہ نور ع)

یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور
نیک عمل بھی کرتے رہے تو انکو ملک میں ضرور خلیفہ بنائیگا جیسے اُن لوگوں کو
بنایا جو پہلے ہو گزرے ہیں۔ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے
کون لوگ مراد ہیں۔ سو اسکی تشریح خود قرآن کریم نے دوسرے مقام پر کردی ہے
جیسے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ
اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع) یعنی لوگو! جس طرح ہم نے فرعون کیطرف
رسول بنا کر بھیجا تھا اسی طرح تمہاری طرف بھی رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان دونوں
آیتوں کو ملا کر پڑھنے اور لفظ کما پر تدبر کرنے سے یہ ثابت ہے کہ جسطرح حضرت
موسیٰؑ کے بعد ان کے سچے تابعداروں میں خلفاء اور امام مبعوث ہوتے رہے
اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص فدائیوں میں بھی امام اور خلفاء
پیدا ہوتے رہیں گے۔ بلکہ امت محمدیہ کے خلفاء کا درجہ امت موسویہ کے خلفاء
سے بلند ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس امت کو خیر الامم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

الغرض اس خلافت کا بنیادی پتھر حضرت خلیفۃ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے رکھا۔ خدا تعالیٰ آپکو نیک توفیق دے آپ منکرِ خلافت کیوں
ہو بیٹھے؟ ورنہ بیچارے شیعوں نے کون (سا) گناہ کیا ہے کہ آپ
انکو کوستے رہتے ہیں اور آئے دن انکی تردید اور تکذیب میں آپکے علماء
ڈھیروں کاغذ سیاہ کر جاتے ہیں۔ اور انکو صراط مستقیم سے بہت دور سمجھا
جاتا ہے اور حدیث كُلُّهُمْ فِي النَّارِ کے زمرہ میں ان کو داخل کیا جاتا ہے
کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن پاک کو نہیں مانتے؟ کیا وہ
مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا دم نہیں بھرتے؟ تو پھر ان سے اس قدر بدسلوکی کو
لے سوارہ گیا ہے۔ ناقل،

کیونکر روا رکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ آپکو
ان کا بھائی کہیں کیونکہ جیسے وہ منکر ویسے تم!

ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاذ اور بلال رضی اللہ عنہم کے
جیسے ایمان والوں کو جن کی تعریف اور توصیف میں خدا کی کلام گواہی
دے رہی ہے۔ خلیفہ اور نمونہ کی ضرورت پڑی مگر چودہ سو سال کے بعد
بدمعاشوں، حرام کاروں، بیخواروں، زناکاروں، خون ناحق کرنے والوں
قزاقوں، قطاع الطریقوں، راشیوں، کیسہ بروں، کذابوں، خائنوں، متکبروں
جا کے پر جھوٹی گواہی دینے والوں اور تھوڑے سے لالچ پر حکم قرآنی کو تبدیل
کر دینے والوں، غرضیکہ ہر ایک چیز کو شیر مادر کیطرح رٹ جانے والوں کو کسی
امام اور خلیفہ کی حاجت نہیں کیونکہ چشم بددور آپکی تمام حرکات و سکنات میں
خدا پرستی اور خدا شناسی کی چمک پائی جاتی ہے!

خدا را دردمندانہ دل سے کچھ سوچو اور بتاؤ کہ ان جیلخانوں اور کنجر خانوں
بدکاروں کے اڈوں، بھنگ خانوں میں کون لوگ بستے ہیں۔ بلا شک اس
میں کلام نہیں کہ قرآن شریف کامل و اکمل شریعت ہے مگر اس کی موجودگی میں پھر
تمہاری یہ ناگفتہ بہ حالت کیوں ہو گئی؟ یہی قرآن شریف کیا صحابہؓ کے پاس نہ تھا اور
کیا سنت نبوی انکے پیش نظر نہ تھی اور کیا حدیث انکو ازبر نہ تھی؟ جب سب کچھ تھا
تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کی کیا ضرورت تھی؟ اس وقت تم خود ہی سوچو کہ تم
میں کس چیز کی کمی اور کسر تھی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تمہارے درمیان کوئی نمونہ اور امام نہ تھا

اب اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد دونوں قسم کے خلفاء ہوتے
رہے۔ دینی یعنی انبیاء اور مامورین اللہ، دنیوی یعنی بادشاہ اور حاکم۔ دیکھو جمل

فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (مائدہ ع ۴) یعنی تم میں پیغمبر بھی اور بادشاہ بھی بنائے۔ چنانچہ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی دینوی خلفاء ہوتے رہے۔

اب آیاتِ بالا اور مابعد کے واقعات سے صریحاً ثابت ہو گیا ہے کہ اس امت میں خلفاء ہوتے رہے ہیں اور آجکل بھی مسلمانوں کی ناشدنی حالت پکار پکار کر مصلح کو بلا رہی تھی اور پھر اس رستخیز کی کشاکشی اور گرماگرمی میں جبکہ مسلمانوں کی ناؤ ورطۂ تلاطم میں ڈگمگا رہی تھی اور اُن کا چراغِ سحری ٹمٹما رہا تھا۔ ناگہاں ایک ناخدا نے بڑی زور سے للکار دی اور دعوے کیا ؎

منم مسیح بہانگِ بلند میگویم — منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد
کشادہ اند بروئے فضل گر کنوں نامے — زنامساعدے بختِ نارسا باشد

ضرورتِ مصلح کے ثابت کرنے کے بعد امورِ ذیل قابلِ غور ہیں:-

۱۔ آیا مدعی موجودہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا نہ۔

۲۔ آیا خدا کے پاک کلام میں اس قسم کے مدعی کی کوئی علامت یا علامات مقرر کی گئی ہیں یا نہیں۔

۳۔ اگر مقرر کی گئی ہیں تو آیا مدعی موجودہ پر وہ محتوی ہیں یا نہ۔

۴۔ اگر ہیں تو پھر انکار کنندہ کو کیا کہا جا سکتا ہے۔ اگر امرِ دوم و سوم ثابت ہو جائے تو امرِ اول پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور امرِ چہارم بطور نتیجہ کے ہے۔

امرِ اول۔ خدا کے پاک کلام میں صادق کی علامات حسبِ ذیل مقرر کی گئی ہیں۔ (۱) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ الخ (سورۃ الحاقہ ع ۲)

یعنی اگر یہ پیغمبر کسی بات میں بھی تَقَوَّلَ عَلَى اللهِ کرتا تو ہم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو مار ڈالا ہوتا۔ تقوّل علی اللہ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ خدا نے مجھے مخلوق کی ہدایت کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ کہ میں کہتا ہوں اس کے حکم سے اور اسکی ایما سے ہے، حالانکہ درحقیقت نہ خدا نے اسے مقرر کیا ہو اور نہ اس سے کلام کرتا ہو۔ غرضیکہ وہ شخص اپنے ادعا میں کاذب اور مفتری ہو۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان نبی کی سچائی کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ اس دلیل کے زور کو کم کر دینے کی غرض سے ایک مخالف یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آیت مذکور سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم نے تقوّل علی اللہ کیا تو ہم اس کو مار ڈالیں گے اور اب ہم نے دیکھ لیا کہ آنحضرت صلعم مر گئے ہیں۔ لہذا آپ نے تقوّل علی اللہ کیا معاذ اللہ تو اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ جس قدر مہلت آنحضرت صلعم کو دی گئی اتنی مہلت کسی مفتری علی اللہ اور تقوّل علی اللہ کرنے والے کو نہیں دی گئی کیونکہ خدائے غیور کی غیرت ہرگز تقاضا نہیں کرتی کہ ایک کاذب اور خلق اللہ کو بہکانے والے کو بھی اتنی مہلت دیدے جتنی کہ ایک برگزیدہ بندہ کو دی گئی ہے اور اگر تقوّل علی اللہ کرنے والے کو بھی اسیقدر میعاد مل سکتی ہے جتنی کہ آنحضرت صلعم کو دی گئی ہے تو آپ کا زمانہ وحی و رسالت مشتبہ ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کا زمانہ وحی نبوت ۲۳ سال سے متجاوز نہیں ہے اور ایک دوسرا شخص بھی مدعی نبوت و وحی ہے جو فی الحقیقت کاذب ہے اور اس کو بھی ۲۳ سال یا زیادہ کی مہلت دیگئی۔ تو اب صادق اور کاذب میں تمیز کیونکر ہوگی۔

پس واقعاتِ صدیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی کاذب کو ۲۳ سال کی مہلت کبھی نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ دی گئی ہے کیا وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی بھول گئے ہو؟ اس معیار

پر ہمارے امام علیہ السلام کو پرکھو کیونکہ وہ زائد از ۲۵ سال سے ماموریت اور امامت کا مدعی چلا آتا ہے اور باوازِ بلند کہہ رہا ہے کہ میں خدا سے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور تمام دنیا میں اُنہوں نے اپنے دعوے کا اعلان کیا ہے۔ پس اگر وہ سچا نہیں ہے۔ تو خداوند غیور نے حسبِ وعدہ خود اُسے کیوں ہلاک نہ کر دیا؟

ہاں یہ یاد رکھو کہ اگر تم اس دلیلِ قرآنی کو توڑنے کی کوشش کرو گے، یعنی یہ کہ کوئی ایسا شخص یا اشخاص تلاش کرو گے جو باوجود کاذب ہونے کے ۲۳ سال یا زیادہ تک تقوّل علی اللہ کرتے رہے تو اُس کی زد بڑی دور تک پڑیگی اور تمہارا سارا تانا بانا اُدھڑ جائیگا۔ اگر تم کوئی اور وجوہِ صداقت پیدا کرو گے تو کیا ہمارے پاس ہزارہا دیگر وجوہِ صداقت نہیں ہیں۔ اور اگر ہمارے دیگر دلائل قابلِ اعتبار نہیں ہیں تو کیا وجہ کہ تمہارے دیگر دلائل کو قابلِ اعتبار سمجھا جاوے۔ اگر تم آنحضرت صلعم کو برائے نام مانتے ہو تو اسی طرح لاکھوں انسان حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب کو مانے بیٹھے ہیں۔ اور اگر تم کو ہمارے امام کے منجانب اللہ ہونے سے انکار ہے تو تم سے بڑھ چڑھ کر ہر ایک پہلو میں دیگر مذاہب والوں کو آنحضرت صلعم کے منجانب اللہ ہونے سے انکار ہے۔ الغرض نہ تمہارے انکار سے ہمارے امام علیہ السلام کی سچائی میں کچھ فرق پڑتا ہے اور نہ مخالفانِ اسلام کے حد سے بڑھے ہوئے انکار سے آنحضرت صلعم کی رسالت اور ختمِ نبوت کی حیثیت اور منصب میں کچھ حرج واقع ہوتا ہے۔ اس دلیلِ قرآنی کو۔ ہاں۔ اگر تم بگاڑ دو گے تو پھر کسی فرستادہِ الٰہی پر کوئی الزام قائم نہ ہوگا۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی نیک بخت نے اس دلیلِ قرآنی کو شکست دینے کی نیت سے فرعون، اکبر بادشاہ وغیرہ اشخاص کا نام نظیراً پیش کیا ہے مگر اس سے اُس کی غلط فہمی یا عمداً حق پوشی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ فرعون نے کبھی نہیں کہا کہ میں خدا کا رسول ہوں، بلکہ بقول آپ کے وہ تو خود خدا بنا بیٹھا تھا جس کی سزا وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ (سورہ انبیاء ع) پھر تقوّل علی اللہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

باقی رہے اکبر بادشاہ، سو اُنکی نسبت کسی تاریخ دان ہندو نے یہ لکھا ہے۔ (اکبر بادشاہ کے لئے اس کے وزیر فیضی نے ایک نیا کوران بنایا تھا)۔ اب دیکھو یہ کس قدر غلط بات ہے۔ حالانکہ اصلیت تو یہ ہے کہ شیخ فیض اللہ خان المتخلص بہ فیضی نے بڑی جانفشانی اور عرقریزی سے ایک تفسیر قرآنی بلا نقطہ تحریر کی اور اس کا نام سواطع الالہام رکھا۔ کجا کوران اور کجا قرآن کریم کی خدمتگاری! مگر افسوس! کہ باوجود ادعائے علم کے آپ نے بھی بے سروپا اقوال کو لے لیا۔ اور ان سے تمسّک کرنا شروع کر دیا۔

دیکھو مسیلمہ نے تقوّل علی اللہ کیا مگر چند سالوں کے اندر ہی لقمۂ اجل ہو گیا۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ دلیل آنحضرت صلعم سے مخصوص ہے، تو کیا آنحضرت صلعم سے معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کی دشمنی تھی کہ آپ افترا کرتے تو آپکو ہلاک کر دیا جاتا اور دوسرے لوگ بے دھڑک افترا کئے جائیں۔ اور خدا صاحب پرواہ تک نہ کریں!! علاوہ ازیں ہمارے امام نے تمام دنیا کو ہمچو قسم نظیر پیش کرنے کے واسطے چیلنج کیا ہے۔ مگر ایک بھی نہیں پیش کئے گئے۔[1]

(۲) دوسری علامت صادقین کی خدا کے پاک کلام میں یہ ہے کہ اُن پر

[1] نقل مطابق اصل۔

واقعاتِ غیبیہ قبل از وقت کھلتے ہیں، دیکھو فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ جن ع ۲) یعنی وہ غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے پیغمبروں میں سے جس پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔ اِس آیت کی کسوٹی پر ہمارے امام علیہ السلام کو پرکھ لو کیونکہ آپ پر ہزارہا امورِ غیبیہ کا ظاہر ہونا اور وقتِ مقررہ پر ان کا پورا ہونا روشن ہے! بطور نمونہ از خروارے لیکھرام کا قتل، طاعون کا پنجاب میں آنا۔ دو مریدوں کا کابل میں شہید ہوجانا۔ یہ خبریں براہین احمدیہ میں دی گئی ہیں۔ اسکو کھول کر پڑھو اور غور کرو کہ کیونکر یہ اپنے اپنے وقتوں پہ پورے ہوئے ہیں۔ اور اگر یہ معمولی باتیں ہیں جن کو ہر ایک شخص کر سکتا ہے تو پھر دیر کیا ہے۔ اپنے کسی پیر صاحب یا مولوی صاحب یا صوفی سجادہ نشین صاحب کو پکڑ کر میدان میں لاؤ اور ان سے تحت تقاضا کرو کہ خدا کے بندوں کی جب یہ علامات کلامِ پاک میں مندرج ہیں تو آپ بھی براہ مہربانی دکھلائیں ورنہ اپنے لمبے چوڑے القاب کو ہٹا دیں۔ لیکن میں آپکو آگاہ کر دیتا ہوں کہ وہ اِس میدان کے مرد نہیں ہیں اور آپ جیسے سادہ لوحوں کو اپنے قابو میں رکھنے کی غرض سے بہت سی پیچ در پیچ باتیں شروع کر دیں گے اور جس چیز کا آپ نے مطالبہ کیا ہے اِس سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ (اس) وقت آپ جان لیں کہ ان کے پاس بجز لاف و گزاف یا زبانی جمع خرچ کے اور کچھ بھی نہیں خاک بھی نہیں!

اگر وہ یہ عذر کریں کہ ہم گوشہ نشین ہیں، مرنجان مرنج پر عمل کرتے ہیں

اور ایسے جھگڑوں اور تنازعوں میں پڑنا تضیع اوقات سمجھتے ہیں، ورنہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو انکی مثال ایسی ہے جیسے کہ مخالفینِ اسلام کو کہا گیا تھا کہ اگر یہ کلام خدا کا کلام نہیں ہے تو تم بھی اس کی طرح کچھ بنا لاؤ۔ مگر جب انہوں نے اپنے آپ میں تاب نہ دیکھی تو کہدیا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی مثل اس کی کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف اپنی جان چھڑاتے تھے۔ اور اب آپکے علماء کرام اور صوفیاء عظام بھی جان چھڑائیں گے۔ مگر آپ ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔

(۳) تیسری علامت صادقوں کی یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۝ اس محک پر بھی پرکھ لو۔ ہمارے امام ہمام علیہ السلام نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میری صداقت کی یہی نشانی ہے۔ اور یہ کہ انکی دعائیں قبول ہو چکی ہیں۔ بلکہ میں حلفاً اور ایماناً کہتا ہوں کہ ان کے خالص مریدوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور آثارِ قبولیت سے انکو پتہ لگ جاتا ہے۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ ان پر معارفِ قرآنی اور حقائقِ فرقانی منکشف ہوتے ہیں، جیسے کہ لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ چنانچہ جن جن مقامات کی آپنے تفسیر کی ہے اس سے قرآن کریم کی عظمت و جلال کا پتہ لگتا ہے۔ مگر اس میں بھی آپ کے علماء و صوفیاء عاجز ہیں۔ اگر ان میں قرآن دانی کا ملکہ موجود ہے تو کیوں انہوں نے اُس انعام کے پانے کی کوشش نہیں کی جو اُسی طرح کی تفسیر لکھنے کے واسطے مقرر کیا گیا تھا؟

تعجب ہے کہ چند روپیوں کے لالچ اور معمولی شیرینی اور نیاز کے واسطے

جب انہیں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے تو اس جگہ بھی روپیہ پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے تو نہ دیکھا کہ کسی نے نیک نیتی اور حق طلبی کی غرض سے اس طرف قدم اٹھایا ہو! بلکہ انہیں صرف اپنی ناموری موجود ہے غرور و نخوت بھی بُری چیز ہے اور قبولِ حق کے راستہ میں ایک دیوار ہے۔

(۵) پانچویں علامت یہ ہے کہ ماموران الٰہی احکام الٰہی کے پہنچانے میں کسی کا خوف نہیں کرتے۔ اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ (احزاب) یعنی وہ خدا کے پیغام پہنچاتے اور خوف خدا رکھتے تھے۔ اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے!

اب خود دیکھو کہ کتنے عرصہ سے اور کس استقلال سے خالق اور مخلوق کی سچی خدمت گذاری کر رہے ہیں اور ان کی ہمت میں بال برابر فرق نہیں آیا ہے حالانکہ اس کے پامال کرنے کے لئے ناخنوں تک زور لگایا گیا ہے۔ مختلف نوعیت کے مقدمات دائر کئے گئے۔ قوم کو ابھارا گیا۔ گورنمنٹ عادل کو اکسایا گیا۔ اب سوچو کہ خالی انسان اس قدر دور دم نہیں ہوتا!!

(۶) چھٹی علامت یہ ہے۔ لَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ یعنی اس سے پہلے مدتوں میں تم میں رہ چکا ہوں۔ کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے؟

آنحضرت صلعم نے اپنے من جانب اللہ ہونے کی یہ دلیل بیان فرمائی تھی کہ میں نے بہت سی عمر تمہارے درمیان گذاری ہے اور بچپن سے تم مجھے

ا نقل مطابق اصل - ناقل

پہچانتے ہو کیا اس عرصہ میں میں نے کوئی افترا یا کذب کسی شخص پر باندھا ہے؟ پس جبکہ انسان پر میں نے کوئی افترا نہیں باندھا تو کس عقل سے کہتے ہو کہ میں نے خدا پر افترا باندھ لیا ہے۔ چنانچہ اسی دلیل کو آنحضرت صلعم کے سچے نائب نے بھی پیش کیا ہے اور باوجود اندرونی و بیرونی مخالفت کے کوئی اس دلیل کو نہیں توڑ سکا!

(۷) ساتویں علامت یہ ہے کہ ماموران الٰہی شرک کی گرما گرمی اور زور شور کے اندر آتے ہیں تا توحید کو قائم کریں، اور صدق کا استقبال کریں۔ حضرت نوحؑ سے لیکر آنحضرتؐ تک تمام انبیاء یہی تعلیم دیتے رہے کہ خدا کی عبادت کرو، اور اس کا کوئی شریک نہ بناؤ۔ اس دنیا میں کس قدر آشوب شرک برپا ہے۔ عیسائیوں نے یسوع کو خدا بنا دیا ہے۔ ہندو لاکھوں دیوتاؤں اور اوتاروں کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ آریہ ذرہ ذرہ کو اپنے وجود کا خود خالق کہتے ہیں۔ مسلمانوں کو دیکھو کہ کوئی پیر پرستی میں مصروف، کوئی قبر پرستی میں مشغول ہے۔ کوئی حضرت عیسیٰؑ کو صفات الٰہی دے رہے ہیں۔ خالق، پرند، مُحیی اَموات، حیّ و قیوم وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے دجال کو خدائی صفات سپرد کر دی ہیں۔ بارش اس کے حکم سے ہوگی، بے موسم پھل پیدا کرے گا، مُردوں کو زندہ کرے گا، بہشت و دوزخ کا مختار ہوگا۔ جس کو چاہے بہشت میں داخل کرے اور جسے چاہے دوزخ میں دھکیل دے۔ کسی نے سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی پرستش شروع کی ہوئی ہے۔

اس موقعہ پر اپنی جان بچانے کو ہمارے مخالف کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان کو

ا نقل مطابق اصل۔ (ناقل)

خدا تو نہیں کہتے ہیں صرف اس لئے انکی نذر و نیاز دیتے ہیں کہ ہم کو خدا کے قریب کریں، اور ان کی برکت اور طفیل سے ہم پر مہربان ہوگا۔ حضرت! جس طرح آپ اپنے بچاؤ کا ایک حیلہ تراشتے ہو بعینہٖ یہی حیلہ پہلے مشرکین بھی پیش کیا کرتے تھے۔ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ (ومانات ع)

یعنی جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو انکی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہم کو نزدیک کریں۔ اب غور کرو آپ کے اور انکے قول میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتی ہے

(۸) قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ؕ

اس آیت کو مفسرین نے حضرت مسیح موعود کے حق میں تسلیم کیا ہے اور اس رسول سے مراد وہی رسول ہے جو اس سے پہلے آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ میں مذکور ہے۔

پس ان دونوں آیتوں کو ملانے سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود کا نام احمد ہے، جس کے مصداق آج جناب مرزا صاحب ہوئے !!

اگر کسی کے دل میں یہ وہم گزرے کہ پہلی آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ الخ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے تو ہم کہتے ہیں دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

سے روایت ہے :-

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ لِکُلِّ اٰیَۃٍ مِّنْھَا ظَھْرٌ وَّ بَطْنٌ ۔ الخ (کتاب العلم ص۲۷)

پس بطونِ قرآن شریف کی رو سے اس احمد سے کبھی احمد مراد ہوں تو ہمارا کیا حرج۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے آیت مُبَشِّرًا میں اپنے مثیل کی بشارت دی ہے اور اس کا نام احمد بتایا ہے۔ جب وہ احمد پیدا ہوا تو خداوند تعالیٰ نے ہی اس کو احمدؐ کے نام سے پکارا۔ دیکھو رسائلِ اربعہ :-

یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی شَفَتَیْکَ ۔ (ص۵۲، ص۵۵، ص۵۶)۔

(۹) اور مسیح موعود کے ظہور کا وقت بھی یہی ہے جیسا کہ مؤلف تفسیر معالمات الاسرار نے صحابہ کرام رضؓ کے حوالے سے سورۂ شوریٰ کے حروف مقطعات ع س ق کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ع سے مراد عیسیٰؑ اور س سے مراد مسیح ہے جو تیرہ سو سال شمسی پر آجاوینگے۔ دیکھو تفسیر مذکور۔ اور میرے نزدیک ق سے قادیان ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے :-

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَہ (دیکھو جواب الاسرار مؤلفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی)

کدعہ دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے۔ لاغیر۔ کیونکہ کثرت استعمال سے کدعہ کا کادیان۔ بن جانا بہت آسان ہے۔

اب وقت مسیح موعود اور مقام اور نام تینوں ہی قرآن شریف سے ثابت ہو گئے ہیں۔

اب کوئی شخص مسلمان کہلا کر جناب مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ یہی حق ہے!

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ؕ

میر مدثر شاہ

اپیل نویس پشاور، حال کشمیر

مورخہ ۲۱ اگست سنہ ۱۹۰۴ء

(منقول از "الحکم" نمبر ۲۹، ۳۰ جلد ۸

۳۱ اگست و ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱، ۱۲)

([illegible] ادبی پریس راولپنڈی)